رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم

ظلمتیں کافور ہو جائینگی اکدن دیکھنا | عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا | ہیں ابھی اک نورانی چہرہ کے پرستار

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا (الہام مسیح موعود)

چندہ مقامی خریداروں سے ساڑھے چار روپے

مضامین بنام ایڈیٹر
اور
باقی تمام خط وکتابت بنام مینیجر
الفضل قادیان ضلع گورداسپور کے
پتہ پر ہو

چندہ غیر ممالک سے
سات روپے

الفضل

آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے
(حقیقۃ الوحی ص ۶۵)

جلد ۳ | ۲۶ فروری ۱۹۱۶ء | شنبہ | مطابق ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ | نمبر ۹۲

مدینۃ المسیح علیہ السلام

حضرت خلیفۃ وقت کی صحت بحمد اللہ نسبتاً بہت اچھی ہے۔ ۲۲ فروری سے نماز پڑھانے کے لئے مسجد مبارک میں تشریف لاتے ہیں۔

۲۔ حضور نے جو تجاویز تبلیغ سلسلہ کے لئے فرمائی ہیں۔ وہ عنقریب بروئے کار آنے والی ہیں۔ خدام کو مختلف خدمات پر مامور کردیا گیا ہے۔

۳۔ میر قاسم علی صاحب دہلی جاتے ہیں۔ اور چند احباب گوجرانوالہ ماسٹر عبدالحق صاحب کے ساتھ چلے گئے ہیں۔ جو وہاں اپنی اہلیہ کے رخصتانہ کے لئے جاتے ہیں ؎

۴۔ قادیان کی کمیٹی کے ممبروں کی صفائی کی طرف بہت توجہ درکار ہے۔ ورنہ پھر مفصل لکھنا پڑے گا ؎

اخبار احمدیہ

بے اصولاپن ہمارے ایک معزز بھائی لکھتے ہیں۔ کہ گردہ باغیہ کے سرگردہوں نے قادیان جانے پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی طرف سے جو دعوت دی گئی تھی۔ اسے قبول نہ کیا۔ اور وجہ یہ بتائی۔ کہ ہم پر فتویٰ لگایا گیا ہے۔ لیکن کیا امرتسر جانے پر حضرت مولانا محمد احسن صاحب کی دعوت قبول کرتے وقت یہ فتویٰ یاد نہیں رہا تھا اس کے متعلق صرف اتنا بتادینا کافی ہے۔ کہ آج تک جس قدر اہل پیغام کی طرف سے بے اصولیاں سرزد ہوتی رہی ہیں ان میں اسکو بھی شامل کرلیا جائے۔ باقی رہا ان کا مولانا مولوی محمد احسن صاحب کی مہمان نوازی پر فخر کرنا یہ بھی ان کی حد درجہ کی بے شرمی اور بے غیرتی ہے۔ کیونکہ مولانا موصوف کو کچھ ہی عرصہ پہلے سلسلہ کے الہامات میں سب سے کیا مولوی نکلا کا مصداق بنایا گیا تھا۔

اور اب لکھا ہے۔ کہ وہ جو اخلاق حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب نے دکھائے ہیں۔ ان میں حضرت مسیح موعودؑ کی فیض صحبت کا اثر نمایاں ہے۔ کیا اس سے زیادہ بھی قابل شرم بے اصولاپن ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ؎

ترجمۃ القرآن کی مقبولیت اخویم ڈاکٹر محمد حسین صاحب میدان جنگ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کا اول پارہ موصول ہوکر عاجز کے لئے نہایت ہی مسرت اور حظ انبساط کا موجب ہوا۔ اس نعمت عظمیٰ کو دیکھکر دل باغ باغ ہوگیا۔

(باہتمام منشی عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا)

الله تعالیٰ کا ہزار در ہزار شکر ہے۔ کہ اس ایک عدد پارہ کے موصول ہونے سے پیشتر ہی اس نے محض اپنے فضل و کرم سے ایک مذہبی معاملات میں بہت گہری دلچسپی رکھنے والا افسر جو ہمارے جہاز کا چیف ہے۔ تیار کر دیا۔ چنانچہ اس نے نہایت شوق سے اس تحفہ کو خریدا۔ اور آئندہ خط و کتابت جاری رکھنے کے لئے دار الامان کا پتہ دریافت کیا۔ جو لکھا دیا گیا۔

حضرت اقدس کی آخری تحریر پر منشی محبوب عالم صاحب کی شہادت

پیغام نے بڑے فخر سے حضرت مسیح موعودؑ کی آخری تقریر پر منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار کی شہادت چھاپی ہے کہ انہوں نے اس تقریر سے نبوت کا انکار سمجھا تھا۔ اس نادان کو معلوم نہیں یا معلوم تو ہے۔ مگر دیدہ و دانستہ انکار کرتا ہے کہ بعض لوگوں نے جو نبوت کا انکار سمجھا تھا۔ اسکی تردید حضرت مسیح موعود نے دوسرے روز اخبار عام میں بذریعہ خاص چٹھی کے فرمائی ملاحظہ ہو مکتوب مندرجہ اخبار عام ۲۳ مئی۔

میری نسبت یہ جو درج ہے کہ میں نے جلسہ دعوت میں نبوۃ سے انکار کیا ہے + + + میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے۔ تو میں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں۔ اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔ پس اس شہادت پر جس کی تردید حضرت مسیح موعود فرما چکے ہیں ناز کرنا حماقت ہے۔

افتراء بافی ایک کذاب جو حیدرآباد دکن کی طرف منسوب ہوتا ہے مریم عیسیٰ کی رفاقت میں اپنے سرگروہ کے اشارہ سے احمدی مخلوق کو گمراہ کرنے کے ارادہ پر نکلا ہے۔ منشی فرزند علی صاحب کی دیانت و امانت پر حملہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ان کا نکاح عبد الرحمن سوداگر کی بیٹی سے قادیان میں ہوا ہے۔ جھوٹ لکھنے کی اس فتنہ باغیہ کو اتنی مشق ہے کہ معمولی سی معمولی بات کو بھی غلط شائع کرتے ہیں۔ اور ذرہ نہیں جھجکتے

بہرحال مخفی نہ رہے کہ ہر جگہ عقائد کی بنیاد دینی کے رشتے پر نہیں ہوا کرتی ہے

مولوی محمد علی صاحب کا چیلنج مباحثہ پھر منظور

پہلے مباحثہ سے پیغامیوں نے جو فرار کیا اس کی تفصیل ناظرین الفضل پڑھ چکے ہیں۔ اب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے بحیثیت سیکرٹری انجمن پیغام اخبار پیغام صلح ۲۲ فروری میں مولوی محمد علی صاحب کی کتاب النبوۃ فی الاسلام کی بیجا تعریف کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ مسئلہ نبوت مسیح موعود میں ہمارے ساتھ تحریری بحث کرنا چاہو تو ہم حاضر ہیں۔ پیغامیوں کے اس چیلنج کو ہم منظور کرتے ہیں بسم اللہ۔ ہمیں میدان وہمیں چوگان۔ اس غرض کے لئے کہ دنیا کو بھی معلوم ہو جاوے کہ مسائل متنازعہ فیہا میں کس کے دلائل قوی ہیں اور کس کے کمزور۔ ہماری یہ تجویز ہے کہ کسی غیر احمدی اخبار میں یہ مناظرہ ساتھ ساتھ شائع ہوتا جائے۔ اگر کوئی صاحب اخبار میں مفت درج کرنے سے انکار کرے تو ہم نصف خرچ دینے کو بھی آمادہ ہیں۔ امید ہے کہ پہلے چیلنج کی طرح پیغام والے راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش نہ کرینگے۔ الفضل

دہلی میں عظیم الشان جلسہ کی تیاریاں

مارچ کے پہلے عشرہ میں انشاء اللہ العزیز دہلی میں تبلیغ سلسلہ احمدیہ کے لئے ایک عظیم الشان جلسہ ہوگا۔ عربی۔ اردو۔ انگریزی تقریریں ہونگی تاریخوں سے پھر اطلاع دی جائیگی۔ جو صاحب جلسہ کی رونق بڑھانے یا انتظام میں مدد دینے کے لئے وہاں پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہیں ضرور جائیں۔

مختلف خبریں

بارود سازی میں آتشزدگی۔ لنگز پورٹ دیٹینی یہاں ایک بارود سازی کا کارخانہ آتشزدگی سے تباہ ہو گیا۔ نقصان کا اندازہ ۱۰ لاکھ ڈالر سے زیادہ کا کیا جاتا ہے۔

تمباکو کی درآمد کی بندش۔ لنڈن۔ ۱۹۔ فروری۔ ہادنا تمباکو کی درآمد کے متعلق برٹش پابندیوں کی وجہ سے یہاں بڑی تشویش پھیل رہی ہے۔

آسٹریلین گندم۔ انہی دنوں کے آسٹریلین گندم کے ۲ لاکھ ٹن خریدنے کے علاوہ معلوم ہوا ہے کہ بین الاقوامی فوڈ پرچیز کمیشن کی معرفت قریباً تمام فالتو قابل برآمد گندم خرید کی جا رہی ہے

بلجیم اور ہالینڈ کی سرحد لنڈن ۲۱ فروری۔ بلجیم اور ہالینڈ کی سرحد دو دن تک جزوی طور پر کھلے رہنے کے بعد پھر بند کر دی گئی ہے۔

انور پاشا کی ارض روم کو روانگی۔ لنڈن ۲۲۔ فروری۔ موش اور اخلاط میں ترکوں کو جو تباہ کن ضرب پہنچائی گئی ہے۔ اس سے آرمینیا اور عراق عرب میں عثمانی افواج کا باہمی تعلق بالکل منقطع ہو گیا ہے۔ اور اس کے یہ معنے ہیں کہ آرمینیا کے ایک طرف سے دوسری طرف تک ترکوں کو مکمل شکست ملی ہے۔ روسی پیشتر ازیں فرات کے اوپر کے باغیوں پر پورے طور پر قابض ہیں۔ اور ان کی تازہ ترین فتوحات جنگی کی وجہ سے وہ اپر دجلہ پر قابض ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انور پاشا ایک بھاری فوج کے ساتھ ارض روم کو روانہ ہو گیا ہے۔

مزید مال غنیمت لنڈن ۲۱۔ فروری۔ پیٹروگراڈ روسیوں نے ترکوں کا تعاقب کرتے ہوئے مزید ۲۵۳۸ قیدی ۲ توپیں اور بہت سا سامان بارود اور بار برداری گرفتار کیا۔ ترکی کور جو ارض روم کی قلعہ بند فوج کی مدد کو جا رہی تھی قلعہ کی تسخیر کی خبر سنکر واپس ہو گئیں۔

اطالوی محاذ۔ لنڈن ۲۱ فروری وال سکانا میں خفیف سی لڑائیاں ہوئیں۔ اطالوی نے وادی خیلا پر گولہ باری کی جہاں افواج اور سامان بار برداری کی اہم نقل و حرکت دیکھی گئی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

الفضل

قادیان۔ دارالامان۔ ۲۶۔ فروری ۱۹۱۶ء

کیا غیر احمدی قرآن جانتے ہیں؟

نمبر ۳

ہم نے گذشتہ دو نمبروں میں بتایا تھا۔ کہ مولوی ابوالکلام صاحب آزاد جن کی شخصیت غیر احمدی حلقہ میں ایک قرآن دان کی ہے۔ اور جنہیں خود بھی اسکا دعوےٰ ہے۔ اپنے ایک ہی مضمون میں دو ایسی غلطیوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ جن سے ان کی شان علمیت پر دھبہ پڑ گیا ہے۔

انشاء پردازی اور چیز ہے اور قرآن دانی اور چیز

اس میں شک نہیں کہ سلاست عبارت اور شوکت الفاظ کے لحاظ سے ان کے مضامین ایک خاص رنگ رکھتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ عبارت آرائی اور چیز ہے اور قرآن دانی اور۔ مضمون کو الفاظ سے سجانا اور بات ہے۔ اور رموز دین سے واقف ہونا اور۔ اور یہ ایسی کھلی حقیقت ہے۔ کہ جس کے لئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں مولوی ابوالکلام صاحب کا وجود ہی اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے

الفضل کے گذشتہ دو نمبر

چنانچہ ہمارے گذشتہ دو نمبروں کو جن احباب نے بنظر غور و تعمق پڑھا ہوگا۔ وہ اس بات کی تصدیق کرنے کے لئے ضرور آمادہ ہونگے تاہم زیادہ وضاحت سے ثابت کرنے کے لئے ہم اسی سلسلہ میں آج کچھ اور لکھنا چاہتے ہیں۔

ابوالکلام کا ایک تفسیری ترجمہ

باب التفسیر کے زیر عنوان ابوالکلام صاحب نے روحانی تغیرات کی تائید میں اُن آیات کو درج کیا ہے جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہستی باریتعالیٰ کا ثبوت مشاہدات کی بنا پر دیا ہے۔ اور ان سے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ عام انسانوں کے معتقدات و روحانیات میں تغیر آنے کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے عظیم الشان نبی کے اعتقادات بھی متغیر ہو گئے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ:۔

"یہ روحانی تغیرات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن صرف انسان کی فطرت صالحہ ہی کو اسکا احساس ہوتا ہے وہ ان کے نتائج کو چاند اور سورج میں ڈھونڈتی ہے مگر ناکامیاب ہوتی ہے۔ اور یہی ناکامیابی اس کا گنجینہ مراد ہے۔ فلما رای القمر بازغا قال ھذا ربی فلما افل قال لئن لم یھدنی ربی لاکونن من القوم الضالین۔ فلما رءا الشمس بازغۃ قال ھذا ربی۔ ھذا اکبر۔ فلما افلت قال یقوم انی بری مما تشرکون۔ جب چاند کو چمکتے ہوئے دیکھا۔ تو (حضرت ابراہیمؑ نے) کہا۔ یہ میرا خدا ہے۔ لیکن جب وہ ڈوب گیا۔ تو اس کی فطرت صالحہ بول اٹھی۔ اگر میرا خدا مجھے ہدایت نہ کرتا۔ تو میں راہ ہدایت سے بھٹک جاتا۔ پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا۔ یہ میرا خدا ہے۔ یہ سب سے بڑا ہے۔ لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا۔ تو اس نے کہا۔ لوگو میری جستجو ان جلوؤں میں گم نہیں ہو سکتی۔ میری فطرۃ صالحہ نے حقیقت تک مجھے پہنچا دیا ہے۔ میں اس چیز سے علیحدہ ہوتا ہوں۔ جسکو تم شریک خدا بناتے ہو"۔

نبی مشرک نہیں ہوتا

اس بات سے تو شائد کسی ایسے انسان کو جو انبیاء کا قائل ہے۔ انکار نہیں ہوگا۔ کہ ہر ایک نبی کی بعثت کی اولین غرض اور سب سے بڑا مقصد توحید کا قائم اور شرک کا استیصال کرنا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون۔ کہ اے محمد (صلعم) ہم نے تجھ سے پہلے کسی ایک نبی کو بھی سوائے اس غرض کے کسی اور بات کے لئے نہیں بھیجا۔ کہ وہ لوگوں کو کہدے کہ سوائے میرے اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اس لئے میری ہی عبادت کرو۔ تو ہر ایک نبی دنیا میں اسی لئے بھیجا گیا۔ کہ خدا تعالیٰ کی اصل شان لوگوں کو بتائے۔ اور انہیں شرک ایسے قبیح اور مذموم فعل سے بچائے۔ اس لئے یہ وہم و گمان بھی نہیں آسکتا۔ کہ کوئی نبی اس فعل کا خود ارتکاب کرے۔ خواہ وہ کسی رنگ میں ہی ہو کیونکہ اول تو یہ اسقدر خطرناک کام ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اسی کے انسداد کے لئے انبیاء کو مبعوث فرماتا ہے۔ دوسرے اس کے متعلق خدا تعالےٰ کا یہ دل ہلا دینے والا وعید ہے۔ کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء۔ خدا ہرگز اس بات کو معاف نہیں کریگا۔ کہ اس کے ساتھ کوئی شریک ٹھہرایا جائے۔ ہاں اس گناہ عظیم کے علاوہ جس گناہ کو چاہیگا۔ بخشدیگا۔ اس آیت سے پتہ لگتا ہے۔ کہ ایک نبی کا کسی نہ کسی رنگ میں شرک کا مرتکب ہونا تو الگ رہا۔ کوئی ایسا انسان بھی اسکا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ جو خدا تعالےٰ کے حضور ایک نیک اور متقی انسان کا درجہ رکھتا ہے ٭

حضرت ابراہیم پر شرک کا الزام جائز نہیں

اس بات کو زیر نظر رکھ کر ہم ابوالکلام صاحب کے ان الفاظ کی طرف نظر کرتے ہیں۔ جو انھوں نے حضرت ابراہیمؑ کی نسبت تحریر کئے ہیں۔ تو نہایت رنج ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے لکھا ہے۔ کہ "جب چاند کو چمکتے ہوئے دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ہے"۔ "پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا۔ تو کہا یہ میرا خدا ہے"۔ ان الفاظ سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ شرک کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور اسی شرک کے جس کی نسبت یہ وعید ہے۔ کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ کیونکہ انھوں نے خدا تعالےٰ کے مقابلہ میں چاند اور سورج کو خدا بنالیا ہے۔ لیکن کیا ایک نبی کی یہی شان ہونی چاہیئے۔ اور کیا ایسا انسان نبی ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اور قطعاً نہیں کیونکہ نبی تو ہوتا ہی وہ ہے۔ جو خدا کی طرف سے مبعوث ہو۔ اور جسے خدا تعالےٰ دنیا میں بھیجے۔ لیکن ایک ایسا انسان جو خدا کو ہی نہیں جانتا اور چاند اور سورج کو خدا بناتا ہے وہ نبی کہاں ہو سکتا ہے پھر اگر اس نے باوجود اس بات کے علم رکھنے کے کہ میرا کوئی اور خدا ہے جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ چاند اور سورج کو خدا قرار دے لیا۔ تو اس سے بڑھ کر شرک کا کون مرتکب ہو سکتا ہے۔ ایسا انسان تو ایسا مشرک قرار پاتا ہے۔ جس کے مقابلہ کا اور کوئی مشرک نہ ہوا۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اور اگر کوئی شرک کرتا ہے۔ تو اپنی لاعلمی

اور کم فہمی کی وجہ سے کرتا ہے۔ وہ نہیں جانتا۔ کہ کوئی اور خدا ہے۔ جس میں ایسی طاقت اور قدرت بھی ہے جیسی کہ میں اس اپنے معبود میں تسلیم کر رہا ہوں۔ اس لئے وہ اس کو اپنا الٰہ قرار دے لیتا ہے۔ لیکن جو شخص اس بات کا علم رکھتا ہے۔ کہ ایک اعلیٰ اور سب سے برتر ہستی ہے۔ اور اسی نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا ہے۔ کہ میں اس کی پرستش کراؤں۔ وہ اگر ایسے شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔ تو بہت ہی بڑا مجرم ہے ؛

ابو الکلام کے معنوں سے لازم آتا ہے کہ حضرت ابراہیم نبی نہ تھے

اب اگر ابو الکلام صاحب کے ان الفاظ کو درست مان لیا جائے۔ جو انھوں نے قرآن کریم کی آیات کے معنی لکھے ہیں۔ تو ماننا پڑے گا کہ حضرت ابراہیمؑ (نعوذ باللہ) نبی ہی نہیں ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسے گنہگار ہیں۔ کہ ان کا گناہ بخشا ہی نہیں جائیگا۔ لیکن کیا کوئی مسلمان اس بات کو ایک لمحہ کے لئے بھی ماننے کے لئے تیار ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم حضرت ابراہیمؑ کو ایک عظیم الشان نبی قرار دیتا ہے۔ پس اب ہر ایک مسلمان کو یہی کرنا پڑے گا۔ کہ وہ ابو الکلام صاحب کے کئے ہوئے معنوں کو غلط قرار دے۔ اور واقعہ میں ان کے کئے ہوئے معنی غلط ہیں۔ اور قرآن کریم بآواز بلند ان کے غلط ہونے کی تائید کرتا ہے۔

سیاق وسباق دیکھو

ہم یہاں ایک ایک آیت سے بتائیں گے۔ کہ آزاد صاحب کے معنے غلط ہیں۔ اور معزز ناظرین صاحبان یقین کرلیں گے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ ہرگز اس فعل مذموم کے مرتکب نہیں ہوئے تھے۔ اور آپ کی شان بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔ وہ تمام آیات یہ ہیں۔ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○ وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ ○ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ○ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّي هَٰذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ○ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَن يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ○

ان آیات پر ذرا سا غور و فکر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہرگز ہرگز اس بات کا اقرار نہیں کیا۔ کہ میرا رب چاند یا سورج ہے۔ بلکہ انھوں نے مشرکین کو سمجھانے کے لئے انہیں کے مسلمات کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اور ان پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ جن چیزوں کو تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ وہ اس قابل نہیں ہیں۔ کہ معبود ہو سکیں ان آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی قوم ستارہ پرستی کی بلا میں گرفتار تھی۔ اور وہ انہیں اس سے چھڑانا چاہتے تھے۔

حضرت ابراہیم پہلے ہی سے موحد تھے

چنانچہ انھوں نے جو سب سے پہلے بات کہی۔ وہ یہ تھی۔ کہ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً اے آزر کیا تو بتوں کو معبود سمجھتا ہے۔ اور اس کے اور اس کی قوم کے اس فعل کو انھوں نے ضَلَالٍ مُّبِينٍ قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ خود کسی ایسی ہستی کو معبود سمجھتے تھے۔ جس کے مقابلہ میں بتوں کو معبود بنانا بہت بڑی گمراہی تھی ؛

ابو الکلام اس کے خلاف کہتے ہیں

مگر ستارے اور چاند اور سورج کو ان کے هَٰذَا رَبِّي کہنے سے۔ ابو الکلام صاحب نے یہ بات اخذ کی ہے۔ کہ "یہ روحانی تغیرات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن صرف انسان کی فطرت صالحہ ہی کو اسکا احساس ہوتا ہے۔ وہ ان کے نتائج کو چاند اور سورج میں ڈھونڈتی ہے۔ مگر ناکامیاب ہوتی ہے اور یہی ناکامیابی اس کا نتیجہ مراد ہے"۔ یعنی حضرت ابراہیم کی فطرت میں یہ تغیر ہوا۔ کہ پہلے وہ کسی خدا کو نہیں جانتی تھی۔ لیکن چونکہ وہ صالحہ تھی۔ اس لئے اس نے چاند اور سورج میں خدا کو ڈھونڈنے کے لئے سعی کی۔ اس کوشش اور سعی میں وہ ناکامیاب ہوئی۔ اور اس کا ناکام ہونا اصل میں کامیاب ہونا تھا کیونکہ اس نے اس کے بعد اپنی کوشش سے اصل مقصود کو پالیا۔ یعنی خدا تعالیٰ کی اصل حقیقت کو پہنچ گئی۔ گویا حضرت ابراہیمؑ نے تغیر پر تغیر کی منزلیں طے کرکے خدا کو پایا۔ ورنہ آپ نے اللہ تعالےٰ کی خاص ہدایت سے اپنے مولیٰ کو نہیں جانا تھا۔

موحد نہ تھے تو قوم کو ضلٰل مبین میں کیوں کہا

اب سوال یہ ہے کہ اگر اسوقت حضرت ابراہیمؑ خدا تعالیٰ کی ہستی سے ہی ناواقف تھے۔ تو انھوں نے اپنی قوم اور آزر کو کس بناء پر فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ قرار دیا۔ کیا ایسے وقت جبکہ (نعوذ باللہ) ان کا کوئی معبود ہی نہ تھا۔ ہوسکتا تھا؟ کہ وہ اصنام کی پرستش کو کھلی گمراہی کہتے۔ ہرگز نہیں۔ اگر ابو الکلام صاحب کی یہ بات درست ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے اعتقاد نے تغیر پذیر ہو کر بالآخر خدا کو پایا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ ان کی ابتدائی حالت یہ ہوتی۔ کہ آزر اور اپنی قوم کے بتوں کو ہی اپنا معبود قرار دیتے۔ اور جب انہیں ان بتوں کے متعلق ثابت ہو جاتا۔ کہ یہ خدا بننے کے قابل نہیں ہیں۔ تو پھر ستارہ کو خدا بناتے۔ اس کے بعد چاند کو اور پھر سورج کو۔ اور آخرکار خدا تک پہنچ جاتے۔ لیکن اس بات کو ابو الکلام صاحب نے بیان نہیں کیا۔ کہ ایسا ہوا ہے۔ اور نہ ہی وہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ ان تغیروں سے پہلے جن کو آزاد صاحب نے ان پر وارد کیا ہے۔ یہ کہتے ہیں۔ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ اے آزر کیا تو نے بتوں کو معبود بنا رکھا ہے۔ ایسی حالت میں میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔ یعنی بتوں کو معبود بنانا کھلی گمراہی ہے۔ پس حضرت ابراہیمؑ کے اس قول سے پتہ لگتا ہے۔ کہ آپ اسوقت ضرور کسی ایسے معبود کو مانتے تھے۔ جس کے مقابلہ میں بتوں کو ماننا گمراہی تھی اس لئے یہ کہنا بالکل غلط اور لغو ہے۔ کہ انھوں نے پہلے ستارے کو خدا بنایا۔ پھر چاند کو اور پھر سورج کو۔ لیکن ان کے تغیر و غروب ہونے کو دیکھ کر ان سے بدظن ہو گئے۔ اور بالآخر خدا تعالےٰ کو پا لیا ؛

لطیفہ

یہاں ایک لطیفہ کا بیان کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ فرض کرو۔ حضرت ابراہیمؑ کسی ایسے حصہ عالم پر پیدا ہوتے۔ جہاں برابر تین ماہ کا دن ہوتا ہے۔ اور تین ہی ماہ کی رات تو پھر انہیں

خدا تعالےٰ تک کسطرح رسائی ہوتی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ انھوں نے ستارے۔ چاند اور سورج کو دیکھ کر فی الواقعہ انہیں اپنا رب قرار دے لیا تھا۔ جیسا کہ آزاد صاحب لکھتے ہیں۔ اور جب ان میں سے ہر ایک غروب ہوتا گیا۔ تو وہ بھی ان کے رب ہونے سے انکار کرتے گئے۔ تو سوال ہوتا ہے۔ کہ جب مثلاً تین ماہ تک چاند ہی غروب نہ ہوتا۔ تو کیا اسی قدر لمبے عرصے تک وہ بھی اس کو اپنا رب سمجھتے رہتے۔ پھر کیا تین ماہ تک ہی سورج کے غروب نہ ہونے کی وجہ سے اسے بھی رب یقین کرتے۔ اور اگر نہ کرتے تو کیوں۔ اور اگر کرتے۔ تو کیا آپ (نعوذ باللہ) شرک کے مرتکب ہوتے۔ جس کے بارے میں سخت وعید ہے ۔

افسوس حضرت ابراہیمؑ کی نسبت آزاد صاحب نے وہ کچھ لکھا جو ایک ادنےٰ درجہ کے خداپرست کے لئے بھی جائز نہ تھا۔ کاش وہ قرآن کریم کی آیات کو اپنی خواہشات کے ماتحت نہ کرتے تو ایسا نہ ہوتا ۔

دوسری دلیل پہلے ہی سے موحد ہونے کی

اگلی آیت میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ اور اسطرح ہم ابراہیم کو آسمانوں کے نظائر دکھاتے تھے تاکہ وہ پختہ یقین لانے والوں میں سے ہو جائے۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ پہلے سے ہی اپنے رب کی معرفت رکھتے تھے نہ کہ ستارہ چاند اور سورج کو اپنا رب قرار دینے کے بعد اپنے حقیقی رب کی پہچان انہیں حاصل ہوئی تھی۔ کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ ابراہیم کو ہم آسمانوں کے نشانات اس لئے دکھاتے تھے۔ کہ ہم پر اسکا یقین پختہ ہو جائے یعنے اسے یقین تو حاصل تھا ہی۔ باقی جو کچھ ہوا۔ وہ اس کی پختگی کے لئے تھا ۔

یہاں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ حضرت ابراہیم کا یقین پہلے ہی کیوں نہ پختہ تھا۔ کیونکہ انبیاء کا خدا تعالےٰ پر پہلے ہی پختہ یقین ہوتا ہے۔ لیکن نشانات الٰہیہ کو دیکھ کر ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے۔ اور ہر وقت اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ پر ہوتا جاتا ہے نیز لوگوں کو سمجھانے کے لئے نئی سے نئی دلیلیں سوجھتی رہتی ہیں۔ دیکھئے حضرت ابراہیمؑ کا اس بات پر ایمان تھا۔ کہ خدا تعالےٰ روحانی مردے زندہ کیا کرتا ہے تاہم انھوں نے کہا۔ کہ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۔ اے رب مجھے دکھا کہ تو کسطرح مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔ جس کا خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ جواب ملا۔ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن .... کیا تیرا اس بات پر ایمان نہیں ہے۔ کہ ہم مُردوں کو زندہ کیا کرتے ہیں۔ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي حضرت ابراہیمؑ نے کہا۔ میرا اس بات پر تو ایمان ہے۔ مگر میں اس کے متعلق عینی مشاہدہ سے اطمینان قلب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے آپ کے اس کہنے پر مشاہدہ بھی کرا دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ انبیاء کا ایمان جمود کی حالت میں نہیں رہتا۔ بلکہ ترقی کرتا رہتا ہے۔ پس اگر آسمانوں کے نظائر حضرت ابراہیمؑ کو دکھائے گئے۔ تو اس لئے نہیں۔ کہ آپ کو خدا ہی معلوم نہ تھا۔ بلکہ اس لئے کہ آپ کو اور زیادہ یقین اور اطمینان حاصل ہو جائے۔ اس لئے یہ بات غلط ہو گئی۔ کہ انھوں نے ستارہ۔ چاند اور سورج کو دیکھ کر اپنا رب قرار دے لیا تھا۔

تیسری دلیل

اس سے اگلی آیت دیکھئے۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ ۔ پس جب رات ہوئی۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے ایک ستارے کو دیکھ کر کہا۔ کیا یہ میرا رب ہے۔ پس جب وہ غروب ہو گیا۔ تو کہا کہ میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہاں حضرت ابراہیمؑ نے قاعدہ کلیہ کے طور پر فرمایا ہے۔ کہ میں ڈوبنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ آپ اس قسم کے تمام اجرام فلکی کی نسبت پہلے ہی جانتے تھے۔ کہ وہ غروب ہو جایا کرتے ہیں۔ کیونکہ غروب تو ایک ستارہ ہوا تھا۔ اگر آپ چاند اور سورج کی نسبت یہ نہ جانتے ہوتے۔ کہ وہ بھی غروب ہو جاتے ہیں۔ تو یہ کہتے کہ میں اس ستارے سے جو ڈوب گیا ہے۔ محبت نہیں رکھتا۔ لیکن انھوں نے یہ نہیں کہا۔ بلکہ یہ کہا ہے۔ کہ میں ایسے ڈوبنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ یعنی یہی ایک ایسا نہیں ہے۔ جو ڈوبتا ہے۔ بلکہ اور بھی ہیں۔ جو ڈوب جاتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ اور چاند اور سورج ہی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آپ نے جو یہ کہا ہے۔ کہ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ تو یہ چاند اور سورج کی نسبت بھی تھا۔ اور آپ کو خوب معلوم تھا۔ کہ وہ بھی ڈوب جایا کرتے ہیں۔ اور آپ ان کی الوہیت کے انکار پر پہلے ہی سے قائم تھے۔ اور یہی بات درست بھی ہے۔ کیونکہ انہیں یہ واقعہ ایسی عمر میں پیش نہیں آیا۔ جبکہ آپ نے ابھی ہوش بھی نہ سنبھالا تھا۔ اور آپ نے چاند اور سورج کو کبھی غروب ہوتے نہ دیکھا تھا۔ بلکہ آپ پورے عقل و خرد کو پہنچے ہوئے تھے۔ تب ہی تو آپ نے یہ کہا۔ کہ إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۔ پس جبکہ آپ روزانہ مشاہدہ کرتے تھے۔ کہ چاند اور سورج غروب ہوتے ہیں۔ تو پھر اس وجہ سے وہ ہرگز ان کے الٰہ ہونے کے قائل نہیں ہو سکتے تھے۔ کہ وہ انہیں سامنے نظر آ رہے تھے اور پھر جب غروب ہو گئے۔ تو انہیں معلوم ہوا۔ کہ یہ تو ایک حالت پر قائم نہیں رہتے۔ اس لئے الٰہ ہونے کے قابل نہیں ہیں۔ اگر انھوں نے صرف اسی ایک دن چاند اور سورج کو پہلی بار دیکھا ہوتا۔ تب تو کوئی کہہ سکتا تھا۔ کہ انہیں دھوکہ لگ گیا ہے۔ لیکن ان کے ہر روز دیکھتے رہنے کے باوجود کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ اس لئے ثابت ہوا۔ کہ آپ ان کی نسبت پہلے سے ہی جانتے تھے۔ کہ یہ غروب ہو جاتے ہیں۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا۔ تو ان کا انہیں الٰہ ماننا بھی باطل ہو گیا۔ کیونکہ ان کا الٰہ ماننا اسی وقت تک قرار دیا جاتا ہے۔ جب تک کہ انھوں نے غروب ہوتے نہ دیکھا تھا ۔

چوتھی دلیل

اس سے اگلی آیت یہ ہے۔ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۝ پس جب اس نے چمکتے ہوئے چاند کو دیکھا۔ تو کہا۔ کیا یہ میرا رب ہو سکتا ہے۔ پس جب وہ غروب ہو گیا۔ تو کہا کہ اگر میرا رب مجھے اس سے پہلے ہدایت نہ دے چکا ہوتا۔ تو میں بھی اسی گمراہوں کی قوم میں سے ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ نے چاند کے اس نظارہ کو پیش نظر رکھنے سے پہلے اپنے رب کو پہچانا ہوا تھا۔ تب ہی تو کہتے ہیں۔ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۝ اگر میرے رب نے مجھے ہدایت نہ دی ہوتی۔ تو میں بھی انہیں گمراہوں میں سے ہوتا۔ اگر حضرت ابراہیمؑ چاند کو اپنا رب قرار دیتے۔ تو کبھی ان کے منہ سے یہ الفاظ نہ نکلتے۔ بلکہ وہ یہ کہتے۔ کہ یہ تو میرا رب

نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ غروب ہو گیا ہے۔ اب میں کسی اور کی تلاش میں نکلتا ہوں۔ لیکن انھوں نے تو یہ کہا ہے۔ کہ مجھے میرا رب ہدایت دے چکا ہے۔ اگر انہیں اس وقت تک کوئی رب ہی نہ ملا تھا۔ اور جن کو انھوں نے رب قرار دیا بھی تھا۔ یعنی ستارہ اور چاند کو۔ ان کی طرف سے بھی اپنے اعتقاد کو بدل چکے تھے۔ تو پھر ان کا وہ کون رب تھا۔ جس نے انہیں ہدایت دی تھی۔ کیا انھوں نے (نعوذ باللہ) یہ غلط کہا۔ کہ مجھے میرا رب ہدایت دے چکا ہے۔ یا کیا انھوں نے (نعوذ باللہ) جھوٹ بولا۔ کہ میں اپنے رب سے ہدایت پا چکا ہوں۔ حالانکہ ان کا ہدایت پانا تو الگ رہا۔ ان کو ہدایت دینے والا بھی ابھی تک کوئی نہ ملا تھا۔ اب اگر یہ معنی کئے جائیں گے۔ کہ انھوں نے واقعی طور پر چاند کو اپنا رب تسلیم کر لیا تھا۔ تو یہ دونوں الزام ان پر وارد ہوتے ہیں۔ ان کے ازالہ کی کوئی سبیل بتایئے۔ ورنہ خدا کے لئے ان معنوں سے باز آیئے۔ اور اس بات کو قبول کیجئے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ چاند کے نظارہ سے پہلے ہی اپنے رب کو جانتے تھے۔ اور اسی کو اپنا رب سمجھتے تھے۔ پھر دیکھئے۔ حضرت ابراہیم پہلے کہتے ہیں۔ کہ اِنِّیْٓ اَرٰىکَ وَقَوْمَکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ یعنی آزر اور اپنی قوم کو مادہ پرستی کی وجہ سے کھلی گمراہی میں قرار دیتے ہیں۔ اور ستارہ اور چاند پرستی کو اسی گمراہی میں شامل کر کے اپنے آپ کو اس سے اسطرح الگ کرتے ہیں۔ کہ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَکُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ۔ اگر مجھے میرے ربّ نے ہدایت نہ دی ہوتی۔ تو میں بھی انہیں گمراہوں کی قوم میں سے ہوتا۔ اس سے بھی صاف واضح ہوتا ہے۔ کہ وہ ستارہ اور چاند کو معبود قرار دینے کو گمراہی سمجھتے تھے۔ اور جب اسکو گمراہی سمجھتے تھے۔ تو پھر ان کے دل میں انہیں معبود بنانے کا خیال کسطرح آسکتا تھا۔

پانچویں دلیل

اس سے اگلی آیت نے ان تمام آیات کا مطلب بیان کر دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَکْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ۝ ابتدا میں حضرت ابراہیمؑ نے آزر اور اپنی قوم کو فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کہا تھا۔ یہ آپ کا دعوےٰ تھا۔ اس کے بعد آپنے اس دعوے کے ثبوت میں انہیں دلائل کو جو وہ پیش کرتے تھے۔ خود بتا کر رد کیا ہے۔ یعنے کوکب اور چاند اور سورج کے معبود ہونے کو باطل کر کے دکھایا ہے۔ اس کے بعد کہا ہے۔ کہ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ۔ اے میری قوم۔ میں نے تجھے تیرے ہی دلائل خود بتا کر اور ان کا رد کر کے دکھایا ہے۔ کہ جن چیزوں کو تم معبود قرار دیتے ہو۔ وہ ہرگز اس قابل نہیں ہیں۔ ایسا باوجود میرے اسقدر سمجھانے کے بھی اگر تم شرک سے باز نہ آؤ۔ اور اسی میں لگے رہو۔ تو میں اپنے آپ کو بری قرار دیتا ہوں۔ یعنے مجھ سے جسقدر تمہیں سمجھانے کی کوشش ہو سکتی تھی۔ میں نے کی ہے اور صاف صاف بتا دیا ہے۔ لیکن اب بھی اگر تم شرک سے باز نہ آؤ۔ اور اس کی وجہ سے تباہ ہو جاؤ۔ تو مجھ پر تمہارا کوئی افسوس نہیں۔ میں یہ کہہ کر اس سے بری ہوتا ہوں ۔

یہ کیا صاف اور واضح بات ہے۔ لیکن اگر حضرت ابراہیمؑ نے ستارے۔ چاند اور سورج کو واقعہ میں اپنا رب تسلیم کر لیا تھا۔ اور پھر ان کے یکے بعد دیگرے غروب ہو جانے کی وجہ سے ان کی الوہیت سے منکر ہو گئے تھے۔ تو اس ظلم ردوبدل کے بعد وہ یہ کسطرح کہہ سکتے تھے۔ کہ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ۔

چھٹی دلیل

آگے یہ آیت ہے۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ تحقیق میں اپنی توجہ کو اس کی طرف متوجہ کر چکا ہوں۔ جو زمین اور آسمان کو پیدا کرنے والا ہے۔ حنیف ہو کر اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوا۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ابراہیم فرماتے ہیں۔ کہ اِنِّیْ وَجَّهْتُ (بصیغہ ماضی) میں پہلے ہی اس کی طرف توجہ کر چکا ہوں۔ کس کی طرف۔ وہ جس نے زمین اور آسمان کو بنایا ہے۔ اب یہ صاف بات ہے۔ کہ زمین اور آسمان کے بنانیوالا ان کے نزدیک خدا تعالےٰ ہی ہے۔ جس کی نسبت وہ پہلے سے ہی علم رکھنے کا اقرار کرتے ہیں۔ نہ کہ ستارہ چاند اور سورج سے مایوس ہو کر انھوں نے خدا کو مانا ہے۔ ان کے لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ کہنے سے واضح ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف ستارہ۔ چاند اور سورج کے بنانے والے کو پہلے سے ہی جانتے تھے۔ بلکہ وہ تمام اجرام فلکی کے پیدا کرنے والے کی نسبت بھی یقین رکھتے تھے۔ پھر ان کا یہ کہنا کہ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ کہ میں کبھی مشرکین میں سے نہیں ہوا۔ ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ ایک منٹ کے لئے بھی خدا تعالےٰ کے سوا کسی اور ہستی کو اپنا رب ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے تھے ۔

ساتویں دلیل

آگے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ اور اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا۔ اگر یہ جھگڑا اس وقت ہوا۔ جبکہ آپ ستارہ چاند اور سورج کو خدا ماننا چھوڑ چکے تھے۔ تو وَحَآجَّهٗ نہیں چاہیئے تھا۔ بلکہ فَحَآجَّهٗ چاہیئے تھا۔ کیونکہ حضرت ابراہیم کے شرک سے توبہ کرنے پر جھگڑا ہونا تھا۔ لیکن ایسا نہیں۔ اس لئے معلوم ہوا۔ کہ آپ توحید پر قائم تھے۔ اور کبھی شرک نہیں ہوئے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے ان کے جھگڑنے کی وجہ بھی بتا دی ہے۔ کہ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ کیا تم اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو۔ گویا یہی بات ان کی بناء مخاصمت تھی۔ ورنہ اگر حضرت ابراہیم شرک میں مبتلا رہ چکے ہوتے۔ تو پھر ان سے اس بات پر جھگڑا نہ ہوتا۔ بلکہ ان کے شرک سے توبہ کرنے کو پیش کر کے اور طرح جھگڑا کیا جاتا۔ پس جو شخص حضرت ابراہیمؑ کے اس کہنے سے کہ هٰذَا رَبِّیْ یہ معنے کرتا ہے کہ انھوں نے کوکب۔ اور قمر اور شمس کو واقعہ میں اپنا رب قرار دے لیا تھا۔ وہ سخت غلطی کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور قرآن کریم کی ان تمام آیات کو جھٹلاتا ہے۔ جن میں اس واقعہ کا ذکر ہے ۔

صحیح معنے ان آیات کے

اصل بات یوں ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو شرک سے نکالنے کے لئے انہیں کے دلائل کو بشرط تسلیم رد کیا ہے۔ یعنی انھوں نے یہ کہا۔ کہ تم کوکب کی پرستش کرتے ہو۔ میں مان لیتا ہوں۔ کہ هٰذَا رَبِّیْ یہی میرا رب ہے۔ تم چاند کی پرستش کرتے ہو۔ میں مان لیتا ہوں۔ کہ هٰذَا رَبِّیْ یہی میرا رب ہے۔ تم سورج کو پوجتے ہو۔ میں مان لیتا ہوں۔ کہ هٰذَا رَبِّیْ یہی میرا رب ہے لیکن یہ تو سب ایسی چیزیں ہیں۔ جو آفل ہیں۔ یعنی متغیر ہو جانے والی اور اپنی متعلقہ چیزوں کی ایک نسبت قائم نہ رکھ سکنے والی

پھر یہ رب کس طرح ہو سکتی ہیں۔ اس مطلب کی قرآن کریم بھی تصدیق کرتا ہے۔ چنانچہ اس تمام واقعہ کے بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وتلک حجتنا آتینھا ابراھیم علےٰ قومہ اور یہ دلیل ہم نے ابراہیمؑ کو اپنی قوم کو سمجھانے کے لئے دی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دلائل کی اسی وقت ضرورت ہوتی ہے جبکہ ایک شخص کسی بات کا مدعی ہو اور دوسرا اسکا منکر۔ اس منکر کو اپنا دعوےٰ منوانے کے لئے دلائل دئے جاتے ہیں۔ پس جب خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے ابراہیمؑ کو اسکی قوم پر دلائل دئے۔ تو معلوم ہوا کہ آپکا کوئی دعوےٰ تھا جسکے اثبات کے لئے دلائل کی ضرورت پڑی۔ اور وہ دعوےٰ خدا تعالیٰ کی ہستی تھی۔ اسی کے ثابت کرنے کے لئے انھوں نے یہ طرز اختیار کی کہ انکی باتوں کو تسلیم کرتے ہوئے بد کرکے دکھا دیا۔

اسکے علاوہ ھٰذا ربی کہنے سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت ابراہیم نے استفہام انکاری کیا ہے یعنی کوکب اور چاند اور سورج میں سے ہر ایک کو دیکھ کر کہا ہے۔ کہ کیا یہ میرا رب ہو سکتا ہے؟ یعنی نہیں ہو سکتا۔ اس صورت میں بھی بات صاف ہے۔ اور کوئی اعتراض آپ کی ذات پر نہیں پڑتا۔ یہ بھی مخفی نہ رہے۔ کہ یہ تینوں مختلف اوقات کے واقعات ہیں۔ جو آپنے اپنی قوم کے سامنے حسب موقعہ پیش کئے۔ یوں نہیں کہ ستارہ کے طلوع و غروب پھر چاند پھر سورج کے چڑھنے اور ڈوبنے یا متغیر ہونے تک آپ ہاں ایک ہی مجلس میں کھڑے رہے ہوں۔ بلکہ مجلس وعظ میں عین موقعہ پر کسی نظارہ کو پیش کرکے استدلال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ خدا سے علم پاتے تھے۔ اور آپ کبھی مشرک نہیں ہوئے اور چاند سورج کو کبھی رب سمجھا۔ وھذا ما اردنا فی تفسیر ذالک الکتب

مختصر نوٹ

ابلیس اور احمدی مسلمان

پیغام ۱۵۔ فروری میں لکھا ہے۔ فاروق میں کسی شخص علی احمد حقانی کی نظم طبع ہوئی ہے۔ بہتر تھا۔ کہ اپنے امیر قوم سے پوچھ کر "کسی شخص" لکھا جاتا۔ شرفاء نمک خواری نہیں بھولتے۔ زیادہ توضیح سید محمد اشرف صاحب کریں گے۔

(۲) پھر لکھا ہے۔ کہ میاں صاحب (سیدنا خلیفۃ ثانی) ہمیں احمدی مسلمان بھی کہتے ہیں۔ اور ابلیس بھی۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ جواب میں واضح ہو۔ کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں صحابہ کرام کے مومن مسلمان ہونے میں کسی کو شک نہیں۔ رسول کریمؐ کا ارشاد ہے الراکب شیطان والراکبان شیطانان والثلثۃ رکب رواہ مالک والترمذی وابو داؤد والنسائی۔ تو کیا اس حدیث کے یہ معنے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص اکیلا سفر پر چلا جائے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پس ہو سکتا ہے کہ ایک شخص مسلمان بھی ہو۔ اور کسی ایک حکم کی خلاف ورزی سے اسے ابلیس کہا جائے۔ اگر یوں نہیں سمجھے۔ تو بحر پیغام اپنے الفاظ میں سمجھ لے "جو شخص علم کلام سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ تشبیہ اور تمثال میں ہمیشہ من کل الوجوہ مناسبت و مشابہت مراد نہیں ہوتی"۔ (خطیب ۷۔ فروری)

پس ضرور نہیں کہ جسے ابلیس کہا جائے۔ وہ کافر بھی ہو۔ بلکہ ایک صفت لازمہ تمرد اور سرکشی اور بغاوت خلافت حقہ سے پائی جانی کافی ہے۔

(۳) پھر لکھا ہے "کہ میاں صاحب احمدیوں کو جن میں وہ خود بھی شامل ہیں۔ ابلیس قرار دیتے ہیں۔ ممکن ہے۔ ان کے نزدیک ابلیس بھی احمدی مسلمان ہو"۔

اس کے جواب میں عرض ہے۔ کہ اس حقیقت واضح کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ابلیس دنیا میں سب سے پہلا غیر مبائع ہے۔ اور اپنی حریت کا مورث اعلیٰ ہے۔ اسی نے جرأت سے کام لیکر انکار خلافت کا ضروری اعلان کیا (فسجدوا الا ابلیس قال ءاسجد لمن خلقت طینا) اور کہا میں باعتبار علم و فضل و خدمات کے مقرر کردہ خلیفہ سے بڑھ کر ہوں۔ فسجدوا الا ابلیس لم یکن من السجدین ۵ قال ما منعک الا تسجد اذ امرتک قال انا خیر منہ۔ اور اسی نے کہا میں اکیلا نہیں میرے ساتھ ایک جماعت ہوگی۔ اور بہت دھمکیاں دیں کہ یہ خلیفہ ہے کیا چیز اگر مجھے وسعت ملی۔ تو میں آدمؑ کی متبعین کی بیخکنی کرکے رہوں گا۔ قال ارءیتک ھذا الذی کرمت علی لئن اخرتن الی یوم القیمۃ لاحتنکن ذریتہ الا قلیلا ۵ مگر جواب ملا جاؤ تمہارے اور تمہارے رفقاء کے لئے ناکامی کی سوزش کے سوا کچھ بھی نہیں نکلو یہاں سے۔ قال اخرج منھا مذءوما مدحورا لمن تبعک منھم لاملئن جھنم منکم اجمعین۔ افسوس ہے ابلیس نے اپنی روش کو نہ بدلا۔ اور کہا میں ہلاک بھی ہو جاؤں۔ تو بھی حق یہی ہے جو میں کہتا ہوں۔ اور میں آخری دم تک اپنے ہم خیال بنانے کی کوشش جاری رکھوں گا۔ اور جس مکان کے لئے تدابیر زبانی ہے۔ یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ (تو اور تیرے ساتھی اس جنت میں رہو) وہاں سے پھسلانا اور اس بابرکت مقام سے تعلقات منقطع کرواتا رہوں گا۔ لاقعدن لھم صراطک المستقیم ثم لاٰتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شاکرین۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرما دیا۔ واستفزز من استطعت منھم بصوتک واجلب علیھم بخیلک ورجلک وشارکھم فی الاموال والاولاد وعدھم وما یعدھم الشیطن الا غرورا ۵ ان عبادی لیس لک علیھم سلطن وکفی بربک وکیلا۔ اچھا تو اپنی تقریروں سے لکچروں سے بہکا لے۔ اور رسالے پر رسالہ بھیجکر زور لگا لے اور اپنے پیادے پر پیادہ۔ سفیر پر سفیر روانہ کرکے پھسلا لے۔ ان سے مالی وعدے کر۔ یا ان کی اولاد کے ذریعہ فتنہ انگیزی تفرقہ پردازی کی خدمت سرانجام دے۔ بندگان خلیفہ حضرت آدم پر اثر نہیں ہوگا۔ ع۔ ا

ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا

خواجہ کمال الدین صاحب نے زمیندار میں چھپوایا۔ کہ "میں حنفی المذہب ہوں"۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے اس پر دریافت کیا۔ کہ حنفی المذہب سے کیا مراد ہے۔ مگر پیغام ناراض ہے۔ کہ کم از کم فان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا کے ارشاد نبوی کے ماتحت تحقیق تو کر لیتے۔

بہت اچھا جناب! خواجہ صاحب نے لکھا میں حنفی المذہب ہوں۔ ہم نے اعتبار کر لیا۔ کہ وہ حنفی ہیں۔ اب آپ فرماتے ہیں کہ آپ نے اس نبأ پر کیوں اعتبار کیا۔ تحقیق کر لیتے۔ سو اب تحقیق ہو جائے۔ کہ خواجہ صاحب نے سچ کہا یا جھوٹ۔

نوٹ ع۱ ؛۔ نمازی کے آگے سے گذرنے والے کے بارے میں فرمایا۔ کہ وہ شیطان ہے۔ فان ابی فلیقاتلہ فانما ھو شیطان۔ (بخاری) اب دیکھئے ایسا شخص جو نمازی کے آگے سے دیدہ دانستہ گذرے۔ مسلمان بھی ہے۔ اور شیطان بھی۔

اطلاع ؛۔ فروری میں جنکا چندہ ختم ہوا ہے وہ وی۔ پی کے لینے کے لئے تیار رہیں۔

مذاکرہ علمیہ

حضرت مسیح صاحب شریعت نبی نہیں تھے

اس مضمون پر دیگر علماء سلسلہ کو کچھ لکھنے کا حق حاصل ہے۔ امید ہے ایسے مذاکروں کی طرف ہمارے علم دوست اصحاب توجہ فرمائینگے ؛

کیا حضرت مسیحؑ نے احکام تورات کو منسوخ کیا

بعض لوگوں کو اپنی نادانی یا جہالت سے یہ دہوکا لگا ہے۔ کہ نبی اپنے سے پہلی شریعت میں سے کچھ نہ کچھ تغیر وتبدل کرتا رہا ہے۔ اور انہیں یہ دہوکا حضرت مسیحؑ کے قول "لِاُحِلَّ لَکُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ حُرِّمَ عَلَیۡکُمۡ" سے لگا ہے۔ حالانکہ اگر قرآن کریم پر غور کرتے تو معلوم ہوجاتا کہ حضرت مسیحؑ نے شریعت موسوی یعنی احکام تورات سے کسی حکم میں تغیر وتبدل نہیں کیا۔ بلکہ انجیل میں آپؑ خود انکا اپنا قول منقول ہے۔ کہ میرے آنے سے تورات کا ایک شوشہ بھی نہیں ٹلیگا ؛

بعض چیزیں یہود پر بطور سزا کے حرام تھیں

ہاں جو تغیرات ہیں وہ یہود کے ان امور کے متعلق ہیں۔ جو اُن پر بطور سزا حرام تھے نہ بطور شریعت کے چنانچہ قرآن کریم بھی "وَعَلَی الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا حَرَّمۡنَا کُلَّ ذِیۡ ظُفُرٍ الخ اور فَبِظُلۡمٍ مِّنَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا حَرَّمۡنَا عَلَیۡہِمۡ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتۡ لَہُمۡ" یعنی یہود پر ان کی بغی کیوجہ سے بعض طیبات حرام کی گئی تھیں فرماتا ہے۔ پس "طیباتٍ احلت لہم" سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ حرمت از روئے احکام تورات نہ تھی۔ ورنہ یہ فقرہ محض بے معنی ٹھہرتا ہے۔ پس اگر قرآن کریم نے یہود پر بعض طیبات کا حرام کیا جانا بتایا تو ساتھ ہی اس کی تفصیل بھی بتادی۔ کہ وہ کیا کیا چیزیں تھیں اور کیوں حرام کی گئی تھیں اور ان کی حرمت احکام تورات سے نہ تھی ؛

چونکہ یہ حرمت یہود پر بطور سزا کے تھی۔ تو ضرور تھا کہ جب اپنی بغی سے مسیحؑ کے قبول کرنے اور ان کی بیعت میں داخل ہونے سے پاک ہوجاتے۔ تو وہ طیبات بھی ان پر حلال ہو جاتے جیسا کہ فَاذۡہَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا ہٰہُنَا قٰعِدُوۡنَ کہنے والوں پر ارض مقدس کی حرمت توبہ واستغفار سے جاتی رہی۔ الغرض حضرت مسیحؑ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے "بَعۡضَ الَّذِیۡ حُرِّمَ عَلَیۡکُمۡ" یعنی اصل باعث حرمت کو بیان کر دینگا فرماتے ہیں۔ نہ کہ اپنے قول کے خلاف احکام تورات کی تنسیخ کے لئے ؛

طیبات کسی امت پر کبھی بھی شرعاً حرام نہیں ہوئیں

اگر کوئی ہمارے اس خیال (کہ حضرت مسیحؑ نے جس حرمت کی حلت کا حکم دیا وہ دراصل احکام تورات یعنی شریعت موسوی نہ تھی) کے رد میں احبار باب ۷ و ۱۱ پیش کرے تو اسے یاد رہے کہ دراصل یہ احکام شریعت موسوی یعنی احکام تورات سے نہیں بلکہ تورات کے ہمیشہ انسانی تصرفات کے نیچے رہنے کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ قرآن کریم اس تعلیم کو بڑے زور سے رد کرتا ہے ؛
"کُلُّ الطَّعَامِ کَانَ حِلًّا لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ" اور لامحالہ کل الطعام کے وہی معنی لینے پڑینگے جن کی حلت کا حکم خود قرآن کریم نے ہی دیا ہو یا صراحتاً واشارۃً بیان کیا ہو جس میں سے ایک ابل بھی ہے۔ ورنہ نعوذ باللہ من ذالک شریعت موسوی میں سود اور سور بھی حلال ماننے پڑیں گے حالانکہ قرآن کریم کے دوسرے مقامات نے ان کی حرمت کا بڑے زور سے دعویٰ کیا ہے۔ پس لامحالہ قرآن کریم کی تصدیقی مہر کے بعد احبار کے آیات کی پرواہ کی جائے گی۔ کیونکہ وہ انسانی تصرفات سے محفوظ نہیں۔ چنانچہ خود قرآن کریم چند اشیاء کی حلت کا ذکر کرتے ہوئے یوں فرماتا ہے "اَمۡ کُنۡتُمۡ شُہَدَآءَ اِذۡ وَصّٰکُمُ اللّٰہُ بِہٰذَا" یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کی حرمت کا تاکیدی حکم دیا تھا۔ تم اس وقت حاضر تھے یعنی ان اشیاء کی حرمت کا کبھی بھی حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ خود بنی آدم کو مخاطب کرکے اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔ "یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ وَّکُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِیۡنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزۡقِ" یعنی زینت اور رزق طیب کو اللہ تعالیٰ نے کسی امت کیلئے حرام نہیں کیا۔ البتہ اسراف کرنا ضرور حرام ہے۔ پس سب امتوں کو مخاطب کرکے فرمانے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل پر طیبات شرعاً حرام نہیں کی گئی تھیں ورنہ یہ آیت تو اس کے صریح خلاف ہے۔ اور دونوں کی توفیق ضروری ہے۔ چنانچہ جس طرح طیبات میں اسراف کو حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح بنی اسرائیل پر ان کی بغی کیوجہ سے (اگر توبہ واستغفار نکریں تو) بعض طیبات کی حرمت کا حکم لگایا ہے۔ اور یہ تحریم شرعاً نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ جس طرح اگر کوئی اسراف نہ کرے تو طیبات طیبات ہی ہیں۔ اسی طرح اگر یہ شرعاً حرام نہوں تو توبہ ورجوع الی الحق سے فائدہ ہو سکتا ہے۔ "وَعَلَی الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا حَرَّمۡنَا مَا قَصَصۡنَا عَلَیۡکَ مِنۡ قَبۡلُ ۚ وَمَا ظَلَمۡنٰہُمۡ وَلٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیۡنَ عَمِلُوا السُّوۡٓءَ بِجَہَالَۃٍ ثُمَّ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ وَاَصۡلَحُوۡۤا اِنَّ رَبَّکَ مِنۡۢ بَعۡدِہَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ"
اور ان کی توفیق کے لئے حضرت یعقوب کی حرمت والا واقعہ بہت ہی مُمد ہے ؛

حضرت یعقوبؑ نے اپنے نفس پر کون سی چیزیں حرام کیں

چنانچہ حضرت یعقوبؑ نے بھی وہی چیزیں اپنے اوپر حرام کی تھیں جو بنی اسرائیل پر بعد میں حرام ہوئی تھیں یعنی "کُلَّ ذِیۡ ظُفُرٍ الخ" جیسا کہ "کُلُّ الطَّعَامِ کَانَ حِلًّا لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِیۡلُ عَلٰی نَفۡسِہٖ" سے ظاہر ہے۔ یعنی جو جو چیزیں کہ یعقوبؑ نے اپنے نفس پر بطور علاج حرام کی تھیں وہی چیزیں بنی اسرائیل پر بطور سزا کے حرام ہوئی تھیں ؛

بیماری کی وجہ سے بنی اسرائیلؑ بعض چیزیں حرام کیں

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو کوئی ایسی بیماری ہو گئی تھی۔ جیسے ان اشیاء

سے ضرر پہنچتا تھا۔ اور "لَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ" سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کوئی طیب چیز شرعاً حرام نہ کی گئی تھی بلکہ کسی اصلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض چیزوں کے استعمال سے روکا گیا تھا جس طرح کہ اصلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض وقت حکومتیں بھی ان کے ہاتھ سے جاتی رہی تھیں۔ اور اس بات پر کہ بنی اسرائیل کو کوئی بیماری تھی، یہ آیت "حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ" ایک بین دلیل کے طور پر ہے۔ کیونکہ اکثر حصہ پر جواز اور قلیل حصہ پر عدم جواز کا فتویٰ قابل غور ہے۔ اور اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان حصص کے علاوہ دوسرے مقامات کی چربی ان بیماریوں کے لئے مضر تھیں۔ اور یہ بات عام محسوسات سے ہے۔ کہ ایک ہی چیز کے بعض حصص کچھ اور اثر رکھتے ہیں تو بعض کچھ اور۔ جیسے خشخاش و افیون۔ پس اسی کے متعلق حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ یہ چیزیں دراصل حرام نہیں تمہیں غلطی لگی ہے

بنی اسرائیل کیلئے تورات کامل کتاب تھی

ورنہ حضرت مسیح ایک کامل کتاب کے احکام کو منسوخ نہیں کر سکتے کیونکہ اگر وہ کامل ہے۔ تو قابل نسخ نہیں۔ اور اگر قابل نسخ ہے تو کامل نہیں۔ قرآن کریم بھی تورات کو بنی اسرائیل کے لئے کامل مانتا ہے۔ جیسا کہ "ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" سے ظاہر ہے یعنی تورات بنی اسرائیل کے لئے ایک کامل کتاب تھی اور اس میں ہر ضروری امر کو تفصیلاً بیان کیا گیا تھا۔

حضرت مسیح بنی اسرائیل کو تورات پر چلاتے تھے اور خود تورات کے متبع تھے

بلکہ حضرت مسیح تو خود تورات کے متبع اور بنی اسرائیل کو تورات پر چلانے والے تھے۔ چنانچہ علاوہ ان کے اپنے قول کے کہ میں تورات کا ایک شوشہ بھی مٹانے نہیں آیا قرآن کریم کی شہادت سے ظاہر ہے "وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِن بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ" یعنے ہمنے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کی تائید کے لئے اسی کے متبعین میں سے قوم موسیٰ کی اصلاح کے لئے پے در پے رسل بھیجے جن میں سے ایک مسیح ابن مریم بھی تھے جنہیں اپنی نبوت کے اثبات کے لئے بینات دیئے گئے تھے۔ اور اس کی تائید ایک دوسری آیت بھی کرتی ہے۔ "إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ" یعنی بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے موسیٰ کے متبعین میں سے پے در پے انبیاء بھیجے گئے جن کا کام صرف یہ تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو تورات کے احکام پر چلادیں۔ اور انہیں انبیاء کے قدم بہ قدم جس طرح کہ وہ بنی اسرائیل کو تورات کے احکام پر چلاتے تھے عیسیٰ ابن مریم بھی بھیجے گئے کہ بنی اسرائیل کو تورات کے احکام پر چلادیں۔

اور اسی کی تائید میں حضرت مسیح موعودؑ بھی فرماتے ہیں (۱) "وانزلنا التوراة وارسل لتائیدھا النبیین تترا ثم قفا علی آثارھم بعیسیٰ" یعنی حضرت موسیٰ کو تورات دی اور موسیٰ کی تائید کے لئے پے در پے انبیاء بھیجے اور انہیں انبیاء کے قدم پر موسیٰ کا متبع کرکے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا (۲) "واما عیسیٰ فھو من خدام الشریعة الاسرائیلیة ومن انبیاء سلسلة موسیٰ ما اوتی له شریعة کاملة مستقلة ولا یوجد فی کتابه تفصیل الحرام والحلال والعدات والنکاح ومسائل اخری" یعنی حضرت مسیح شریعت اسرائیلیہ کے خدام سے تھے اور موسوی سلسلہ کے انبیاء میں سے ایک تھے۔ اور انہیں شریعت کاملہ جو احکام تورات سے انہیں مستغنی کرتی ہو یا یہ کہ وہ تورات کے احکام سے باہر ہوں۔ نہ دی گئی تھی۔ اور مسیح کی کتاب میں حلال وحرام و وراثت و نکاح و دیگر مسائل کا بیان نہیں پایا جاتا۔

اور جس شخص نے حضرت مسیح کو شرعی نبی مانا ہے۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "فاعلم ان هذا قول لا یخرج الا من فم الذی نجس بنجاسة الجهلات وذاب انف فطنته بجذام التعصبات"

غیر نبی بھی بعض اشیاء کی حرمت کا حکم دیتا ہے

علاوہ بریں قرآن کریم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بعض چیزیں ایک غیر نبی کی حرمت سے بھی حرام کی گئی ہیں۔ حالانکہ شریعت کے رو سے وہ حرام نہ تھیں۔ مثلاً پانی ہی کو حضرت طالوت نے اپنی قوم پر حرام کر دیا۔ اور فرمایا "إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي الخ"۔ اس آیت پر خوب غور کرو۔ بنی اسرائیل شریعت موسوی کے پابند تھے۔ کیا شریعت موسوی میں ماء النہر حرام ہے۔؟ پس اگر ایک ملک مصلحتاً خدا تعالیٰ کے اجازت کے ماتحت کسی حلال چیز کے حرمت کا حکم دیسکتا ہے۔ تو کیا ایک نبی مصلحتاً حرام کردہ چیز کی حلت کا حکم نہیں دے سکتا؟

کیا ملک بھی شریعت منسوخ کر سکتا ہے

حضرت مسیح کے متعلق تو کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ وہ نبی تھے۔ اس لئے شریعت موسوی کے بعض حصہ کو منسوخ کر دیا۔ مگر کیا ملک بھی سابقہ شریعت کے بعض حصے کو منسوخ کر سکتا ہے؟ یا یہ مانا جائے کہ حضرت طالوت بھی نبی تھے۔

حضرت طالوت ملک تھے نبی نہیں بلکہ نبی وقت کے ماتحت

مگر یاد رہے کہ قرآن کریم نے مطابق آیت "وَإِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا ..... وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا" حضرت طالوت کو ملک کہا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے۔ کہ "وَقَفَّيْنَا مِن بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ" کے مطابق حضرت طالوت نبی وقت کے ماتحت تھے

اس حکم کیوقت نبی وقت ان میں موجود نہ تھے۔

اور قرآن کریم کی ایک دوسری آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم کے وقت نبی وقت ان میں موجود نہ تھے۔ جیسا کہ فرمایا "فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ الخ"۔ یعنی حضرت طالوت لشکر کو لیکر کچھ فاصلہ طے کر چکے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک نہر کے ذریعہ تمہیں آزمائیگا۔

اگر نبی کیلئے شریعت میں تغیر و تبدل شرط ہے تو کیا ملک کے لئے بھی

خلاصہ کلام اگر "وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ" سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ ہر نبی سابقہ شریعت سے بعض حصہ منسوخ کرتا ہے۔ یا یہ کہ حضرت مسیح شرعی نبی تھے تو "فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي" سے کیوں یہ نتیجہ نہ نکالا جائے۔ کہ ملک بھی جو کہ مامور بھی نہیں سابقہ شریعت سے بعض حصہ منسوخ کرتا ہے۔ یا صاحب شریعت ہوتا ہے۔

حرمنا علیہ المراضع پر غور کرو

الغرض بنی اسرائیل پر طیبات کی حرمت خود حضرت موسیٰ کے حرمنا علیہ المراضع یا حضرت یعقوب حرمت یا خود بنی اسرائیل کی ارض مقدس کی حرمت کی مانند ہے اور حضرت مسیح کی حلت حضرت طالوت کی حرمت جیسی

(سید محمد [illegible])

فک الشک

مولوی محمد علی صاحب ملاحظہ فرمائیں

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰى رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ إِلَيْهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا۔ آج ۱۳ فروری کو ایک پیکٹ جس میں ۲ پرچے منجانب سیکرٹری احمدیہ بلڈنگس لاہور مجھے پہنچا۔ اس قسم کے پرچے کبھی کبھی لاہور والے فقیر کے نام بلا طلب خواہش بھیجتے ہیں۔ اس میں اذ اخذنا میثاق النبیین والا مضمون بھی ایک پرچہ میں درج ہے۔ بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ بے محل اور بے موقعہ کسی مضمون اور مطلب کو خواہ ان سے اسکا تعلق ہو یا نہ ہو اپنے پر حملہ سمجھ کر پیچھے پڑتے ہیں۔ اور اس تیز مزاج آدمی کی طرح جسکو یہ فکر ہو۔ کہ جو اپنے خیال کے خلاف بات ہو (گو قائل کی نیت اور مطلب اور محل اس بیان سے کچھ ہو) اسکو حملہ برخود سمجھ کر عام خیالی تخاطب شروع کردے۔ اسی طرح جناب مولوی محمد علی صاحب نے کیا۔ بات یہ تھی کہ تفرقہ سے اور بعض احباب نے بھی جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے شہادت حلفیہ طلب کی تھی۔ فقیر ان دنوں میں مکان پر نہ تھا جب میں آیا تو خواجہ صاحب کا نوازش نامہ مجھے جمعہ سے پہلے ملا۔ چونکہ جمعہ میں مجھے خطبہ پڑھنے کا اتفاق کبھی کبھی ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے خواجہ صاحب کے خط کا ذکر حاضرین و جماعت کے سامنے بدیں خیال عام طور پر ادا کیا تاکہ وہ میرے قول کے شاہد رہیں۔ جیسا کہ وہ ہمیشہ مجھ سے قرآن پڑھتے وقت اور مختلف ملاقاتوں میں ان باتوں سے واقف ہیں۔ کہ میں سید الرسل خاتم النبیین صاحب المعراج سید الاولین والآخرین کو تمام اگلے پچھلوں کا مصدق اور مطاع اور مانا ہوا مانتا ہوں۔ (صلے اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ وخلفاءہ اجمعین) اور میرے تمام احباب اس امر کی حلفیہ شہادت دے سکتے ہیں۔ کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ سے تمام نبیوں کا موعود اور مصدق اور اخذنا میثاق النبیین کا اصلی منشاء اور ماوے اور مقصد اور مطلوب اور محبوب اور مرغوب (اور جتنے الفاظ مل سکیں) مانتا ہوں۔ اور یقین کرتا ہوں اور جو اولین و آخرین میں سے اس بات کو نہ مانتا ہو۔ وہ ایماندار ہی نہیں ہوسکتا۔ ہاں جیسے ہر نبی نے بعد کے نبی کی پیشگوئی کی۔ اور اس کا مصداق یکے بعد دیگرے چلا آیا۔ اسی طرح سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک نبی کی پیشگوئی کی تھی۔ جسکا ذکر مسلم شریف میں ہے۔ اسی کی تائید میں میں اس آیت کو بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے استدلال میں احمدیوں اور غیر احمدیوں کے سامنے پیش کیا کرتا تھا اور کرتا ہوں۔ اور میں نے اپنی مطبوعہ تفسیر میں اس کو دو مقام پر ذکر کیا ہے۔ ایک [illegible] کے تحت اور دوسرے سورہ لہب کی تفسیر میں کلیہ قاعدہ بتلاتے ہوئے لکھا ہے۔ نبیین سے مراد امتی ہوتے ہیں جس میں درحقیقت سب ہی شریک ہیں۔ اور مراد یہ ہوتی ہے کہ جب انبیاء ایک بات کو مان رہے ہیں۔ اور عند اللہ اقرار ان کو ہے۔ تو ان کے امتی اس بات کو کیوں نہ مانیں؟ نہ یہ کہ کوئی نبی اس سے مستثنیٰ ہے۔ یا ہمارے حضور سید الاولین والآخرین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وخلفاءہ اجمعین نعوذ باللہ اس کے مصداق نہیں ؛

سنہ پارسال کے مضمون کو لکھوا کر میں نے عام اشاعت کے لئے بجواب خواجہ صاحب اخبار کو دیدیا۔ اور وہ مضمون بطور شہادت حلفیہ چھپ گیا۔ پس وہ میرے لئے یا خواجہ صاحب کے لئے مفید تھا یا مضر تھا۔ اور دوسروں سے اسکا تعلق بریں حیثیت کہ نہ وہ مخاطب تھے۔ نہ سائل تھے نہ روئے سخن ان سے تھا۔ بالکل الگ تھلگ تھا۔ مگر اس پر بھی میں سنتا ہوں کہ مولوی محمد علی صاحب نے اسکا ذکر کئی بار کیا۔ اور چھاپا ہے۔ اور پبلک کو میری نیت پر اور عام جماعت کے عقائد پر حملہ کرنیکا موقعہ دینا چاہا یا دیا ہے۔ ہاں اگر وہ مجھ سے یہ پوچھتے کہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سید المرسلین اور تمام انبیاء کا موعود اور مصدق اور موثق اور میثاق النبیین کا اصل اور راس نہیں مانتا؟ اور پھر جواب میں نعوذ باللہ گستاخی کرتا کہ نہیں۔ تو بیشک میں آپ کے خیال خام کا مصداق ٹھہرتا۔ اور اس اعتقاد سے بچنے کے لئے آپکو یا آپکے دوسرے ہمخیال لوگوں کو حق تھا کہ وہ اس کی اشاعت کرتے۔ اور لوگوں کو بچاتے۔ (بے ادبی معاف یہ تو وہ لطیفہ ہوا۔ کہ کوئی مہذب آدمی تشریف لے جارہے تھے۔ اور دوسری طرف سے ایک کور چشم تشریف لا رہے تھے۔ جب مہذب صاحب قریب ہوکر ان سے سلام مسنون کہا۔ تو عیبی صاحب نے بجائے جواب سلام کے فرمایا۔ کہ

"پدرت کور است و ہمہ خاندان تو"

مہذب صاحب بڑے حیران ہوئے۔ کہ یہ جواب سلام کیسا؛ جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ مہذب صاحب نے قصور معاف کرا کر ادب سے پوچھا۔ کہ جناب نے یہ کیا فرمایا تو آپ جواب دیتے ہیں۔ کہ سچ کہو دور سے دل ہی دل میں آپ کیا کہتے آرہے تھے؟ گو زبان سے سلام علیک کہدیا۔ میں ایسے نفاق کو ناپسند کرتا ہوں) مگر جب یہ بات ہی نہ تھی۔ تو یہ کہنا کہ "فقیر میر محمد سعید حیدر آبادی نے مصدق لما معکم سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد نہیں لی۔ بلکہ مرزا صاحب سے مراد لی ہے۔ کسقدر آپکا افترا ہے۔ یا مطلب سعدی بہ مطلب خود ہے؛

بالفرض اگر اس عبارت سے یہ مفہوم جناب نے یا کسی نے سمجھا ہو۔ تو میں اس پرچہ میں اپنی کوتاہ بیانی کا اقرار کر کے صاف صاف الفاظ میں جناب کو مطلع کرتا ہوں۔ کہ اس سے میرا مطلب کیا تھا؟ اور کیا ہے اور کیا ہوگا؟

میرا مطلب جماعت کو اس بات سے آگاہ کرنا تھا۔ کہ اس وقت جو اس حدیث مسلم کا انکار ہو رہا ہے۔ کہ جس پر تمام جماعت اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ کہ عیسیٰ نبی اللہ دنیا میں آنیوالا ہے۔ اور جسکا مصداق حضرت صاحب نے اپنے کو بتایا۔ اور اپنی طرف نبی اللہ اور رسول اللہ ہونے کی وحی کا دعویٰ کیا۔ اور وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کا سچا مصداق اپنے کو بتایا اور الہاماً دعویٰ کیا۔ کہ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ کا مصداق میں بھی ہوں۔ اور تمام انبیاء کا موعود یعنے جس شخص کی آمد کی انبیائے سابقین نے مختلف ناموں سے خبر دی تھی وہ میں ہوں۔ لہذا بطور پیشگوئی آیت اخذنا میثاق النبیین کے مصداق حضرت مرزا صاحب بھی ہیں۔ میرا مطلب یہی تھی۔ جو جناب خواجہ صاحب کے جواب میں بیان کیا گیا۔ اگر کسی نے میری کوتاہ بیانی سے یہ سمجھ لیا ہو کہ میں سید الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وسلم کو اخذنا میثاق النبیین کا مصداق نہیں مانتا اور صرف حضرت مرزا صاحب کو ہی بدرجہ اول اور اصل اس آیت کا مصداق مانتا ہوں۔ تو وہ

سُن رکھے اور یقین کر لے کہ

یہ بات غلط ہے۔ غلط ہے۔ غلط ہے۔ میں پہلے اور اصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکا مصداق مانتا رہا ہوں۔ اور اب بھی مانتا ہوں۔ اور مانتا رہونگا۔ بعد اس کے حسب دعویٰ حضرت مرزا صاحب اور مصداق حدیث مسلم حضرت اقدس مسیح موعود کو آیات مذکورہ کا مصداق مانتا ہوں۔ یہ ہے میری شہادت جس کو میں شائع کرچکا تھا۔ اور اب جناب مولوی محمد علی صاحب کی تحریک پر پھر دوبارہ بہ تفصیل و تشریح و تصریح اظہار کیا گیا۔ واللہ علی ما نقول شہید۔ (خاکسار میر محمد سعید حیدر آباد دکن)

سفر یوپی

۱۹۔ فروری کے اخبار میں شائع ہوا ہے۔ کہ مفتی محمد صادق صاحب باہر تشریف لے گئے تفصیل معلوم نہیں۔ سو تفصیل کے اظہار کے واسطے میں لکھتا ہوں۔ کہ علاقہ بندھیلکھنڈ میں ایک ریاست پنا نام ہے۔ وہاں ہمارے ایک مخلص احمدی دوست سید عابد حسین صاحب بی اے تحصیلدار بمقام یوپی ہیں جن کے ہاں بعض شادیوں کی تقریب ہے۔ ان کی تحریک پر حضرت خلیفۃ المسیح نے عاجز کو وہاں جانے کا حکم دیا ہے چند روزہ کا سفر ہے۔ انشاء اللہ جلد واپس قادیان پہنچ جاؤنگا

قادیان اور بٹالہ کے درمیان میرے ساتھ قادیان کے ایک درزی فضل نام گاڑی میں سوار تھے۔ انہوں نے سنایا۔ کہ کوئی پینتیس سال کا عرصہ گذرا ہے جب میں پہلی دفعہ قادیان میں آیا تھا۔ اس وقت یہاں صرف ایک درزی تھا وہ بھی سارا دن قریباً خالی بیٹھا رہتا تھا۔ (آج درزیوں کی آٹھ دس دکانیں ہیں) میں گاؤں کو دیکھتا ہوا مسجد چلا گیا وہاں میں نے مرزا صاحب کو دیکھا کہ مسجد میں ٹہل رہے ہیں میرا احوال پوچھا۔ پھر فرمایا۔ آؤ نماز پڑھ لو۔ میں نے پہلے تو بیماری کا کچھ عذر کیا۔ مگر آخر ان کے اصرار سے وضو کر کے شامل ہوا۔ وہ امام ہوئے۔ اور میں مقتدی۔ ظہر کا وقت تھا صرف ہم دو نمازی مسجد میں تھے۔ سبحان اللہ۔ خدا کی باتیں کیسی سچی ہوتی ہیں۔ آج وہی مسجد جو پہلے سے کئی گنا وسیع ہو گئی ہے پھر بھی بعض دفعہ اس میں جگہ نہیں ملتی۔ اور لوگ پاس کے گلی کوچوں میں اور کوٹھوں پر کپڑے بچھا کر نمازیں ادا کرتے ہیں۔ یہ الٰہی وعدوں کی سچائی کا ایک شاندار نمونہ ہے ؛

پھر فضل درزی نے ایک اور بات سنائی کہ ایک دفعہ میں منشی اللہ داد صاحب مرحوم کے پاس رات کو نو بجے گیا۔ تو دفتر میں بیٹھے کام کر رہے تھے۔ میں نے کہا۔ کیا دن کام کے واسطے تھوڑا ہے۔ جو آپ رات بھی دفتر میں لگے رہتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ دن کو تنخواہ کے لئے کام کرتا ہوں۔ رات کو خدا کے لئے۔ سبحان اللہ۔ کیا ایمان ہے ایسے ہی نیک لوگ تھے۔ جن کو خدا نے مقبرہ بہشتی میں جگہ دی۔ اللھم اغفرہ وارحمہ واعف عنہ واکرم نزلہ۔ منشی اللہ داد مرحوم ان لوگوں میں سے تھے۔ جنہوں نے تمام دنیا کے شہروں کے آرام اور آسائش کو ترک کر کے ایک پختہ یقین اور ایمان کے ساتھ مسیح موعود کے قرب جوار میں رہائش کرنے اور تاموت قادیان میں رہنے کا عزم بالجزم کر لیا تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے نہ تھے جنہوں نے برخلاف حکم مسیح موعود قادیان میں جھونپڑا بنانے کا کبھی ارادہ ہی نہ کیا۔ اگر یہاں آکر رہائش بھی اختیار کی ہو تو مولوی محمد علی صاحب کی طرح مسیح موعودؑ کے زمانہ میں یہ کہتے رہے ہوں۔ کہ ہم تو حضرت کی زندگی تک یہاں ہیں۔ پھر چلے جائیں گے اور حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی میں کہتے رہے ہوں۔ کہ ہم تو مولوی صاحب کے مرنے تک یہاں ہیں پھر چلے جائیں گے چنانچہ چلے ہی گئے۔ ایسے لوگ صحیح معنوں میں کبھی مہاجر نہیں کہلا سکتے۔ امرتسری احباب کی تحریک پر ۱۸ر فروری جمعہ بعد نماز مغرب چوک فرید کے پاس مکان جناب محمد حسین صاحب میں عاجز نے وعظ کیا جس کے واسطے شہر میں منادی کی گئی جلسہ بصدارت ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب تھا مضمون لیکچر برکات درود شریف تھا جس میں یہ بتلایا گیا۔ کہ حقیقی درود اور اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ ہے۔ جو ہم اپنی عملی کوششوں کے ساتھ آنحضرت صلعم کی صداقت کو بذریعہ نشانات کے دنیا پر ثابت کریں اور اس کام کو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے کر کے دکھلایا ہے۔ اور وہ لوگ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ان تمام پیشگوئیوں کو جو مسیح اور مہدی کے متعلق ہیں۔ اور اس زمانہ میں پوری ہو گئی ہیں قبول نہیں کرتے۔ اور آنحضرت صلعم کو مخالفوں کے سامنے مورد اعتراض بناتے ہیں۔ کہ ان کی باتیں سچی نہ ہوئیں۔ ایسے لوگوں کا درود لفظی کسی کام کا نہیں ہو سکتا۔ اسی ذیل میں ختم نبوت پر بھی کچھ بیان کر کے ثابت کیا گیا۔ کہ آنحضرت صلعم کو نبوت کے دروازوں کا بند کرنے والا ماننا آپ کی ہتک شان ہے ہاں یوں ماننا چاہیے کہ نبوت کا دروازہ آپکے اختیار میں دیا گیا ہے۔ کوئی شخص آپ کی کمال اطاعت اور اتحاد کے بغیر اس درجہ کو نہیں پا سکتا۔ گو کمال اطاعت کے واسطے یہ لازمی نہ ہو۔ کہ مطیع نبی بنایا جائے۔ کیونکہ نبوت کا ملنا ضرورت اور مصلحت پر منحصر ہے۔ تاہم سب لوگ پہلے سے جانتے تھے۔ کہ رسول کریم صلعم نے اس امت کے کسی ولی مجدد کا نام نبی نہیں رکھا۔ لیکن مسیح کا نام نبی اللہ رکھا ہے۔ پس جہاں کسی اور کا نبی ہونا ممکن ہے۔ وہاں مسیح موعود کا ضروری اور لازمی ہے ؛

راستہ میں مظفر نگر کے سٹیشن کے پاس ایک پیر مرد عجیب قسم کے ملے۔ میں چند شخصوں کو تبلیغ کر رہا تھا۔ کہ وہ پیر مرد جنکا نام عبد الرحیم تھا اور رائے پور کے رہنے والے تھے بڑے جوش سے بول اٹھے۔ کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ حضرت عیسٰی زندہ ہیں۔ اور نہ مریں گے جب تک کہ سارے اہل کتاب یہود اور عیسائی مسلمان نہ ہو جائیں۔ آیت اور دلیل پوچھی تو کچھ بتلا نہ سکے۔ آیت یٰعیسیٰ انی متوفیک سنائی تو فرمانے لگے۔ کہ توفی کے بہت سے معنے ہیں وہ معنے پوچھے تو پھر کچھ نہیں۔ بہر حال ان کے اس بیجا جوش سے ان لوگوں کو ضرور فائدہ ہو گیا۔ جن کو میں تبلیغ کر رہا تھا کیونکہ انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ بڑے میاں کی نعرہ زنی صرف بے جا تعصب ہے۔ میں ان احباب امرتسر۔ پیگواڑہ پھلور سرہند۔ انبالہ شہر و صدر۔ میرٹھ صدر۔ مظفر نگر۔ اور دہلی کا مشکور ہوں۔ جنہوں نے اسٹیشنوں پر اپنی ملاقات سے خوش وقت کر کے سفر کی کوفت کو دور کیا۔ جزاہم اللہ الخیر میں نے ایک دوست کے اصرار پر ان کے ایک کام کے واسطے چالیس روز متواتر دعا کرنے کا عزم کیا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ اگر کسی اور دوست کو ایسی ضرورت درپیش ہو۔ تو مطلع فرما دیں۔ تاکہ اس دعا میں انکو بھی شامل کر لیا جاوے۔ عاجز بندے کا کام مانگنا ہے اور خدا رحیم۔ کریم۔ حلیم۔ قدیم۔ غفور۔ ستار۔ غریب نواز ہے ؛ والسلام ؛

محمد صادق عفی اللہ عنہ

منارۃ المسیح کی نسبت ایک ضروری عرض

منارۃ المسیح کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو اشتہار شائع فرمائے تھے آخری اشتہار میں تحریر فرماتے ہیں

"شاید ہمارے بعض مخلصوں کی معلوم نہیں ہوگا کہ یہ منارۃ المسیح کیا چیز ہے۔ اور اس کی کیا ضرورت ہے۔ سو واضح ہو کہ ہمارے سید و مولا خیر الاصفیا خاتم الانبیا سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی ہے کہ مسیح موعود جو خدا کی طرف سے اسلام کے ضعف اور عیسائیت کے غلبہ کے وقت میں نازل ہوگا اس کا نزول ایک سفید منارے کے قریب ہوگا جو دمشق سے شرق کی طرف واقع ہے۔ اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے۔ دو مرتبہ اسلام میں کوشش کی گئی ہے۔ اور دونوں مرتبہ مسلمانوں کو اس مقصد میں ناکامی رہی اس کا سبب یہی تھا کہ خدا تعالےٰ کا ارادہ تھا کہ قادیان میں منارہ بنے کیونکہ مسیح موعودؑ کے نزول کی یہی جگہ ہے سو اب یہ تیسری مرتبہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو موقع دیا ہے کہ اس ثواب کو حاصل کریں جو شخص اس ثواب کو حاصل کریگا وہ خدا تعالےٰ کے نزدیک ہمارے انصار میں سے ہوگا۔ اور میرا نور قلب مجھے اس وقت اس بات کی طرف تحریک کرتا ہے۔ جو ایسے مبارک کام کے لئے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوتی ہے۔ اپنی مخلص جماعت کو اس مالی مدد کی تکلیف دوں جو مومن کے لئے جنت کو واجب کرتا ہے"

صاحبان یہ مختصر سکیم یعنی الفاظ میں نے یکم جولائی ۱۹۰۰ء والے اشتہار سے نقل کر دیئے ہیں اب خداوند کریم کے فضل و کرم سے منارہ قریب الاختتام ہے۔ صرف پلستر گچ اور ناموں والا سنگ مرمر لگنا باقی ہے۔ مگر اسکے اوپر بھی قریباً چار ہزار روپیہ خرچ ہو جاویگا سو ابھی احباب کے واسطے موقع ہے کہ اس چندہ میں شریک ہو جائیں حضرت نے اس اشتہار میں چند غربا مہاجرین کے نام بغیر کسی قسم کے چندے کے اور انصار کے نام اس شرط پر منیارہ کے اوپر لکھے جانے کے لئے لکھا ہے جو کم از کم سو روپیہ چندہ دیں۔ الفضل کے پہلے نمبروں میں بعض احباب کے نام جنہوں نے سو روپیہ دیا ہے شائع ہو چکے ہیں اس کے بعد جنکا سو روپیہ وصول ہوا ہے۔ یا وعدہ ہوا ہے۔ آج درج کئے جاتے ہیں احباب اس کار خیر میں حصہ لینے کے لئے جلدی کریں کیونکہ پھر موقع نہ رہیگا۔ جن احباب نے حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں روپیہ دیا ہوا ہے۔ وہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سلمہ کے حضور درخواست دیں بعد منظوری حضرت موصوف منیارہ پر نام لکھا جاویگا۔ انشاء اللہ۔

ان احباب کے اسمائے گرامی جنہوں نے بعد اشاعت الفضل نمبر ۷۶ مورخہ یکم جنوری ۱۹۱۶ء سو روپیہ نقد یا باقساط دینے کا وعدہ کیا ہے حسب ذیل ہیں

۱۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب پٹیالہ۔

۲۔ ماسٹر قادر بخش صاحب لودہیانوی۔

۳۔ شیخ عطاء اللہ صاحب ڈپٹی اسسٹنٹ رجسٹرار دہرم کوٹ بگہ۔

۴۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز

۵۔ قاضی امیر حسین صاحب علی پور ضلع ملتان۔

۶۔ میاں گوہر علی صاحب گرداور قانونگو ضلع ملتان

۷۔ مرزا حسین بیگ صاحب رسالہ ۲۴ چھاؤنی لاہور

۸۔ چوہدری محمد حیات صاحب و لد چوہدری خیرالدین خانصاحب آوان ضلع گوجرانوالہ۔

۹۔ میاں محمد ابراہیم صاحب دکان پیر محمد امین صاحب حسان تاجر چرم لاہور۔

۱۰۔ مائی عمر بی بی زوجہ مستری علی بخش صاحب فریدکوٹی۔

۱۱۔ چوہدری [illegible] صاحب لنگڑوعہ ضلع جالندھر

۱۲۔ بابو برکت [illegible] صاحب جالندھری اسسٹنٹ [illegible] اول محکمہ ڈاکٹری گورنمنٹ آف انڈیا سیکرٹری انجمن احمدیہ شملہ۔

۱۳۔ بابو محمد یوسف صاحب جالندہری ہیڈ کلرک محکمہ آب و ہوا گورنمنٹ آف انڈیا پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ شملہ

۱۴۔ اہلیہ محترمہ جناب سیٹھ عبد اللہ بھائی صاحب سکندر آباد دکن۔

۱۵۔ میاں محمد اسمٰعیل صاحب ساکن گلانوالی ضلع امرتسر

۱۶۔ مولوی عمرالدین صاحب صریح ضلع جالندھر۔

۱۷۔ بابو سراج دین صاحب ملکاپور۔

۱۸۔ میاں فضل الدین صاحب ڈپٹی اسسٹنٹ ۳۹ میول کور بوشہر ایران۔

۱۹۔ مولوی انوار حسین خانصاحب رئیس شاہ آباد ضلع ہردوئی ؛

خاکسار

خلیفہ رشید الدین

ضرورت ملازمت

ایک نو مسلم کے واسطے ملازمت کی ضرورت ہے۔ وہ پہلے سکھ تھے۔ اس واسطے گورمکھی خوب جانتے ہیں۔ اور سکھوں میں تبلیغ کر سکتے ہیں۔ ان کا پیشہ زمینداری ہے۔ انتظام زمینداری سے بھی خوب واقف ہیں۔ علاوہ ازیں قدرے اردو بھی جانتے ہیں۔ جمعدار چپڑاسی وغیرہ ملازمت کے واسطے بھی موزون ہیں۔ اگر کسی صاحب کو ضرورت ہو۔ یا ان کی سفارش سے ایک بھائی کی امداد ہو سکتی ہو۔ تو وہ دفتر سکرٹری میں اطلاع دیکر عند اللہ ماجور ہوں ؛

تصحیح

مولوی عمرالدین صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ صریح تحریر فرماتے ہیں۔ کہ وصیت ۱۰۲۸ و ۱۰۲۹ اخبار میں غلط چھپ گئی ہے۔ اصل میں اس طرح ہیں۔ ۱۰۲۸ محمد عبداللہ نہیں بلکہ محمد عبدالحمید ہے۔ اور عہ کا عشر نہیں۔ بلکہ عہ روپیہ داخل خزانہ بابت عشر جائداد کیا گیا ہے۔ ۱۰۲۹ میں عہ کا عشر نہیں۔ بلکہ یہ روپیہ جائداد کا عشر داخل خزانہ کیا گیا ہے ؛